12/3

3689/223

محترم رئیس دار الافتاء جامعۃ دار العلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال ۱: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام دور حاضر کے ایزی پیسہ (easy paisa) یو بی ایل اومنی (UBL omni) موبی کیش (mobi cash) ٹائم پے (Time Pay) کے بارے میں جو موبائل فون کے ذریعہ سے رقم منتقلی کا ذریعہ ہے۔ ایزی پیسہ کا تعلق تعمیر بینک، اومنی کا تعلق یو بی ایل بینک، جبکہ موبی کیش جیز کے ایزی لوڈ سم اور ٹائم پے زونگ کے ایزی لوڈ سم سے ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہیکہ اگر ایک شہر سے دوسرے شہر رقم منتقل کرنا ہو تو 1000 روپے پر 60 روپے اضافی لیتے ہے مثلاً زید کراچی سے 1000 روپے عمر کو بھیجتا ہے تو زید 1060 روپے جمع کریگا اور عمر کو پنجاب میں صرف 1000 روپے ملینگے۔ اضافی 60 روپوں میں کچھ ٹیکس کی کٹوتی ہے اور کچھ بینک والوں کی اور دوکاندار کو 10 روپے منافع ملتا ہے۔ آیا شریعت کی روشنی میں یہ کاروبار درست ہے یا نہیں؟

سوال ۲: اس نظام کے زریعے رقم کی منتقلی جائز ہے یا نہیں جیسا کہ آج کل لوگ تبلیغ میں جانے والوں اور مدارس میں رہنے والوں کو اسی طریقہ پر رقم منتقل کرتے ہیں اور طالبعلم یا تبلیغی ساتھی وہ رقم قریبی موبائل کے دوکان سے وصول کرتے ہیں اسطرح اضافی روپے دیکر رقم منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

والسلام: عطاء اللہ رحمانی

معرفت ... 03158682143

(جواب منسلک ہے)

دار الافتاء
فتوی نمبر 32/1549

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیا

سوال میں ذکر کردہ طریقہ کار کے مطابق "ایزی پیسہ، یوبی ایل اومنی، موبی کیش اور ٹائم پے" کے ذریعہ رقم بھیجنا شرعاً درست ہے، کیونکہ اس میں فقہی اعتبار سے دو معاملے وجود میں آتے ہیں:

اول: کسٹمر کمپنی کو قرض دیتا ہے اور بغیر کسی کمی زیادتی کے دوسری جگہ اس کا نائب اس سے وصول کرتا ہے۔

دوم: کمپنی فارم بھرنے، ریکارڈ تیار کرنے اور دیگر خدمات کے سلسلے میں اجرت وصول کرتی ہے، اس لئے اصل رقم کے اعتبار سے یہ معاملہ قرض ہے اور اجرت کے اعتبار سے اجارہ، دونوں عقود اپنی اپنی شرائط کے پائے جانے کی بناپر درست ہیں، اس لئے ایزی پیسہ، یوبی ایل اومنی، موبی کیش اور ٹائم پے کا کاروبار اور ان کے ذریعہ رقم کی منتقلی بھی شرعاً جائز ہے، جیساکہ منی آرڈر یا پے آرڈر کے ذریعہ رقم بھیجنا شرعاً جائز ہے۔ (ماخذہ امداد الفتاوی: ۳/ ۱۴۶)

الهداية شرح البداية – (3 / 234)

وإن استأجره ليذهب بكتابه إلى فلان بالبصرة ويجيء بجوابه فذهب فوجد فلانا ميتا فرده فلا أجر له وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله وقال محمد رحمه الله له الأجر في الذهاب لأنه أوفى بعض المعقود عليه وهو قطع المسافة وهذا لأن الأجر مقابل به لما فيه من المشقة دون حمل الكتاب لخفة مؤنته...وإن ترك الكتاب في ذلك المكان وعاد يستحق الأجر بالذهاب بالإجماع لأن الحمل لم ينتقض

الفقه الإسلامي وأدلته–أ. د. وهبة الزحيلي – (5 / 331)

ويتم التعبير عن هذا القرض بتسليم المقرض وَصْلاً (وثيقة) يثبت حقه في بدل القرض، ويكون المقترض وهو الصراف أو البنك ضامناً لبدل القرض، ولكنه يأخذ أجراً أو عمولة على تسليم المبلغ في بلد آخر مقابل مصاريف الشيك أوأجرة البريد أو البرقية أو التلكس فقط، لتكليف وكيل الصراف بالوفاء أو السداد... وأما الحوالة البريدية في داخل الدولة بدون صرافة فجائزة بلا خلاف.............

دار الافتاء

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

عرفان فاضل

عرفان فاضل

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۱۷/ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ

۲۳/ اکتوبر ۲۰۱۳ء

الجواب صحیح

محمد عبد المنان

۱۸/ ۱۲/ ۱۴۳۴ھ

نائب مفتی

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف عفا اللہ عنہ

۱۷/ ۱۲/ ۱۴۳۴ھ

مفتی

Scanned by CamScanner